السلام علیکم و رحمتہ اللہ و بر کا تہ!

کیا فرماتے ہے علمائے کرام ان مسلوں کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی سے وضاحت فرمائے۔

سوال نمبر۱۔ ایک آدمی سے لوگ تعویز لینے آتے وہ قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت شدہ دعائیں لوگوں کو لکھ کر دیتا ہے کہ تعویز بنا کر گلے میں ڈالنے کے لیئے اور پینے کے لیئے دیتا ہے کیا یہ جائز ہے یا کہ نہیں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سوال نمبر۲۔ لوگ اس آدمی کو کچھ روپے دے کر جاتے ہے یا کوئی چیز دے کر جاتے ہیں تو یہ روپے اور چیز اس آدمی کے لئے حلال ہے یا حرام ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سوال نمبر۳۔ اگر وہ مانگ کر پیسے لیتا ہے اس کی حثیت کے مطابق جو تعویز لینے آیا ہے تو وہ رقم عامل کے اوپر حلال ہے یا حرام ہے قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

سوال نمبر۴۔ وہ تعویز لکھنا جس میں شرک نہ ہو وہ جائز ہیں یا کہ نہیں وضاحت فرمائیں قرآن وسنت کی روشنی میں۔

سوال نمبر۵۔ قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت شدہ دعاؤں کے علاوہ کے تعویز لکھ کر دینا جائز ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں

عند اللہ مشکور ہونگے۔

المستفتی
ملک محمد مرتضی اعوان

دار الافتاء جامعہ حقانیہ

مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب
وضاحت فرمائیں مدلل

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب حامداً و مصلياً و مسلّماً

دم اور تعویذ اگر کفریہ یا شرکیہ الفاظ یا شرکیہ عقیدہ پر مبنی ہو یا ایسے بے معنیٰ و مہمل الفاظ میں ہو جو الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہوں، تو ایسے دم اور تعویذ کرنا اور کروانا ناجائز اور گناہ ہے اور اس پر اجرت لینا بھی ناجائز ہے۔

لیکن اگر دم اور تعویذ میں کفریہ و شرکیہ الفاظ نہ ہوں، بلکہ آیاتِ مبارکہ یا احادیثِ طیبہ میں وارد دعاؤں پر مشتمل ہو یا ایسے الفاظ میں دم و تعویذ کیا جائے کہ جو قرآن و حدیث سے تو ثابت نہیں لیکن ان کے معنیٰ معلوم اور درست ہوں نیز مؤثر حقیقی اور شفا دینے والا اللہ تعالیٰ کو جان کر جائز مقاصد کے لیے دم اور تعویذ کا کام کیا یا کروایا جائے تو اس کا شریعت میں ثبوت ہے اور اس پر اجرت اور ہدیہ وغیرہ لینا بھی جائز اور حلال ہے، بلاوجہ اس کا انکار غلط ہے، تاہم جائز ہونے کے باوجود تعویذ فروشی کو مستقل مشغلہ اور ذریعہ معاش بنانا مناسب نہیں ہے۔

نیز تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعاؤں کے اعداد لکھ کر دینا بھی درست اور اکابر و اسلاف سے ثابت ہے۔(فتاویٰ محمودیہ، ج20/96، ط۔ جدید، فاروقیہ، کراچی)

في سنن أبي داوُد (رقم الحديث:3883)

عن عبد الله قال: سمعتُ رسولَ اللهِ -صلَّى الله عليه وسلم- يقولُ: "إنَّ الرُّقَى والتمائِمَ والتِّوَلَةَ شِرْكٌ" قالت: قلتُ: لِمَ تقولُ هذا؟ واللهِ لقد كانت عَيني تَقذِفُ وكنتُ أختلِفُ إلى فُلانٍ اليهوديّ يَرْقِيني، فإذا رقَاني سَكَنَتْ، فقال عبدُ الله: إنما ذاكَ عملُ الشَّيطانِ كان يَنْخَسُها بيدِه، فإذا رقَاها كَفَّ عنها، إنما كانَ يَكْفيكِ أن تقولي كما كان رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - يقولُ: "أذْهِبِ البأس ربَّ النَّاسِ، اشفِ أنت الشَّافي، لا شِفَاءَ إلا شِفاؤُك، شفاءً لا يُغادِرُ سَقَماً"

و فى الصحيح لمسلم،(رقم:2200)

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ: «اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ»

و فى صحيح البخارى (رقم: 5736)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ العَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ، فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلاَ نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا

جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ القُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لاَ نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: «وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ»

و فی بذل المجهود للشيخ المحدث السهارنفوری رحمه الله تعالیٰ (628/11، بیروت)

و فی الحديث أعظم دليل على أن يجوز الأجرة على الرقي والطب، كما قاله الشافعي ومالك وأبو حنيفة وأحمد۔

و فی فتح الباری (کتاب الطب، باب الرقی، 195/10، دارالمعرفة، بیروت)

وقد أجمع العلماء على جواز الرقى عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالى أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالى واختلفوا في كونها شرطا والراجح أنه لا بد من اعتبار الشروط المذكورة ففي صحيح مسلم من حديث عوف بن مالك قال كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا علي رقاكم لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك وله من حديث جابر نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرقى فجاء آل عمرو بن حزم فقالوا يا رسول الله إنه كانت عندنا رقية نرقي بها من العقرب قال فعرضوا عليه فقال ما أرى بأسا من استطاع أن ينفع أخاه فلينفعه وقد تمسك قوم بهذا العموم فأجازوا كل رقية جربت منفعتها ولو لم يعقل معناها لكن دل حديث عوف أنه مهما كان من الرقى يؤدي إلى الشرك يمنع وما لا يعقل معناه لا يؤمن أن يؤدي إلى الشرك فيمتنع احتياطا۔

و فی رد المحتار (کتاب الحظر و الاباحة، فصل فی اللبس، 363/6، ایچ ایم سعید، کراتشی)

ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن، أو أسماء الله تعالى، ويقال رقاه الراقي رقيا ورقية إذا عوذه ونفث في عوذته قالوا: إنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدرى ما هو ولعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به۔---------والحديث الآخر «من علق تميمة فلا أتم الله له» لأنهم يعتقدون أنه تمام الدواء والشفاء، بل جعلوها شركاء لأنهم أرادوا بها دفع المقادير المكتوبة عليهم وطلبوا دفع الأذى من غير الله تعالى الذي هو دافعه ---------وعلى الجواز عمل الناس اليوم، وبه وردت الآثار۔والله تعالى أعلم بالصواب و علمه أتم و أحكم .

کتبہ : عبدالصمد ساجد

معین دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

1440/7/13ھ

الجواب بہذا التفصیل صحیح

[illegible]

15/7/1440ھ